# ہاؤس بلڈنگ
# کے قرضوں پر بحث اور اسکا حل

مولانا محمد مراد هالیجوی
عضو المجلس الفقہی جمعیت علماء اسلام پاکستان
شیخ الحدیث جامعہ حمادیہ مظہر العلوم منزل گاہ سکھر

یہ مقالہ درج ذیل عنوانات پر مشتمل ہے۔

1 ......... تمہیدی کلمات ۔

2......... ہاؤس بلدنگ ،فنانس کارپوریشن کا طریقہ کار۔

3 ......... مذکورہ طریق کار میں شرعی نقصانات۔

4 ......... صفقتين فی صفقة واحدة .

5......... قرض کی تعلیق بالشرط۔

6 ......... حاجت اور ضرورت کی بحث۔

**بسم الله الرحمن الرحیم**

پاکستان کے قیام سے لیکر آج تک ہر حکومت عوام کو ''رھن'' رکھ کر بیرونی دنیا سے قرضہ لیکر اپنی عیاشی پر خرچ کرتی آرہی ہے۔ یا ملکی ترقی کے بہانے بڑی بڑی رقمیں اپنے من پسند لوگوں کو پیداواری قرضوں میں دیتی رہی ہے۔اور سرکاری کاسہ لیس انہی رقموں کا کچھ حصہ صنعت وزراعت پر لگا کر بڑا حصہ اپنی عیاشی اور دھاندلی سے انتخاب جیتنے پر صرف کرتے ہیں۔ سرکار پر صرف شدہ رقم واپس ہوتی ہی نہیں تھی لیکن سرکاری کاسہ لیسوں نے بھی منتخب ہوکر اپنے اثر ورسوخ پر وہی قرضے ناجائز طور پر معاف کراتے رہتے ہیں، نتیجۃً جو ترقی ہوئی ہے

وہ آنکھوں کے سامنے ہے کہ زرعی ملک ہوتے ہوئے گندم بھی درآمد کرنی پڑتی ہے اور صنعت کا یہ حال ہے کہ چھوٹے چھوٹے اور معمولی آلات بھی مہنگے زرمبادلہ سے منگوانے پڑتے ہیں اور ملک میں تیار نہیں ہو سکے لیکن عوام دن بدن قرضوں میں جکڑتے جارہے ہیں کہ اس وقت ہر نومولود 20 سے تیس ہزار کا مقروض ہے اور ہر خاندان اوسطاً ڈیڑھ لاکھ کا مقروض ہے۔

نیز عوام کو رہائشیں، ٹرانسپورٹ، زراعت یا چھوٹے صنعت وتجارت کے لئے بھی قرضے ناجائز اور حرام شرائط پر دینے جارہے ہیں جس سے اباحیت پسند اور بے دین طبقہ تو فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن دین دار طبقہ سود اور دوسری قباحتوں کی وجہ سے اس معمولی سے فائدہ سے بھی محروم ہے۔ ان خرابیوں میں بعض تو معمولی ترمیم سے درست ہو سکتی ہے، حکمران طبقہ کو ایسی تجاویز ماہرین فقہ نے بھی پیش کی ہیں لیکن وہ بے دین طبقہ بدنیتی کی وجہ سے ترمیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہو رہا تاکہ دین دار طبقہ بھوک، افلاس اور معاشی پریشانی کی وجہ سے اپنی فکر میں لگا رہے اور ہمیں کھلا میدان ملے کوئی روک ٹوک والا نہ ہو۔ یہی فرعونی فلسفہ ہے جس کی منظر کشی قرآن مجید فرقان حمید میں ان الفاظ مبارکہ سے کی گئی ہے۔ "ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا شیعا یستضعف طائفة منھم.....الخ (یعنی فرعون نے زمین پر اقتدار حاصل کر کے اس کے مکینوں کو طبقات میں تقسیم کر دیا اور ایک طبقہ کو کمزور کرتا گیا اور دوسرے طبقہ کو ناجائز مراعات سے مضبوط کرتا رہا۔ اس فرعونی سازش پر حضرت موسیٰؑ نے خدائی دربار میں ان الفاظ سے شکوہ کیا ربنا انک اتیت فرعون وملئه زینة و اموالا فی الحیوة الدنیا ربنا لیضلوا عن سبیلک (الایۃ) اے ہمارے پروردگار آپ نے فرعون اور اس کے سرمایہ داروں کو دنیا میں ٹھاٹ باٹھ اور مال دولت دیا ہے۔ نتیجہ کے طور پر وہ ان وسائل سے آپ کی راہ حق سے گمراہ کر رہے ہیں۔ وہی فرعونی فلسفہ پاکستان میں بھی جاری ہے۔ برسراقتدار طبقہ اور اس کے حواری دن بدن ملکی دولت اور وسائل پر قابض ہوتے جارہے ہیں اور اسی دولت کے بل بوتے پر الیکشنیں جیت کر ہمارے اوپر حکمرانی کرتے ہیں اور حیلے بہانے دولت ہتھیانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور غریب طبقہ صرف ٹیکسوں اور محصولوں کے ذریعے انکے اڑائے ہوئے قرضوں کی ادائیگی میں مصروف ہیں۔ اپنے نفس اور اولاد کے فلاح کیلئے سوچ بھی نہیں سکتا، اسلئے وہ زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم رہتا ہے۔ اگر یہ کیفیت زیادہ وقت برقرار رہی تو دیندار حرام اور متشبہ چیزوں سے بچنے کی فکر میں دن بدن کمزور ہوتا جائے گا۔ اور بے دین طبقہ جس کے یہاں حلال اور حرام کی کوئی تمیز نہیں وہ اور زیادہ مراعات حاصل کر کے مضبوط تر ہو جائیگا۔ برسراقتدار طبقہ کی اور بے دین طبقہ کی مشترکہ منشاء یہ ہے کہ دیندار کمزور ہوں اور بے دین مضبوط ہوں تاکہ ہمیں روکنے ٹوکنے والا بھی کوئی نہ ہو۔ اسلئے یہ لوگ اپنی پالیسیوں میں حلال اور حرام کی بنیاد پر غور تک نہیں کرتے وہ اصلاح کیونکر کریں؟ ان کا جتنا بس چل رہا ہے وہ اتنا زیادہ اقتصادیات کو حرام کرتے جارہے ہیں۔ جنرل ضیاء الحق کی دور میں اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر مبنی "بیع مؤجل" کا جو طریقہ جزوی طور پر زراعت اور رہائش (ہاؤس بلڈنگ) وغیرہ میں رائج کیا گیا ہے۔ اس میں بھی شرعی

قباحتیں برقرار رکھی گئیں۔ مثلاً وقت پر قسط ادا نہ کرنے کی صورت میں سرچارج لینا یا بالکل تاخیر کی صورت میں سود لینا اور بیع واجارہ کے دو عقدوں کی صفقۃ فی صفقۃ والی فقہی خرابی کو برقرار رکھنا جب ماہرین فقہ نے بڑی دلسوزی سے اس مسئلے کا حل تلاش کیا ہی تھا کہ اتنے میں نواز شریف نے پیلی ٹیکسی کی اسکیم جاری کی اور اس میں لازمی طور پر انشورنس کا نجس دم لگا کر معیشت کو حرام کر دیا۔ محسوس ایسے ہوتا ہے کہ جب بے دین طبقہ اور حکمرانوں کو کسی سکیم سے دینداروں کو فائدہ پہنچنے کا اشارہ ملتا ہے تو فوراً کوئی خرابی پیچھے لگا دیتے ہیں تاکہ ملکی وسائل سے محروم دیندار طبقہ مزید محروم رہے۔ خلاصہ ایں کہ اس معاشی قتل پر علماء کرام کو اولین فرصت میں غور کرنا چاہیئے۔ کوئی راہ روبعمل لانی چاہیئے یا بھرپور احتجاجی تحریک چلا کر ملکی معیشت کو مکمل پاک کرنے کی سعادت حاصل کی جائے۔

ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کی طرف سے مکان کی تعمیر کے لئے دیئے گئے قرضہ کو اسلامی قرار دینے کے لئے بیع مؤجل کا طریقہ سرکار کے پاس یہ ہے کہ پلاٹ مالک مکان کا ہوتا ہے اور کچھ تعمیر بنیادوں تک بھی مالک خود کرتا ہے۔ پلاٹ اور تعمیر کی قیمت جتنی رقم کارپوریشن دیتی ہے جس سے بقیہ مکان تعمیر کیا جاتا ہے اسطرح مالک مکان اور کارپوریشن کی اس میں شراکت ہو جاتی ہے۔ اور مکان مکمل تعمیر ہونے کے بعد کارپوریشن طے شدہ کرایہ کا آدھا حصہ وصول کرنا شروع کرتی ہے۔ جب کارپوریشن کی دی ہوئی رقم اور اخراجات (جو کہ بینک کے سود اور انتظامی اخراجات ہوتے ہیں) کرایہ سے پوری کر لیتے ہیں تو حکومت اس گھر کے مالک کو اپنا حصہ رعایت کے طور پر دے دیتی ہے۔ اس درمیان میں قسط میں معمولی تاخیر پر سرچارج اور زیادہ تاخیر سے سود وصول کرنا شروع کرتی ہے جو کہ شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ قرض خواہ کے معاہدہ کے طریقہ کار کے مطابق ایک ہی عقد سے شرکت اور اجارہ طے ہو جاتے ہیں جس کو فقہ کی اصطلاح میں صفقۃ فی صفقۃ سے تعبیر کیا جاتا ہے جو کہ ناجائز ہے۔ اس سارے پس منظر کو غور سے دیکھا جائے تو بظاہر اس میں تین خرابیاں نظر آتی ہیں۔ ایک یہ کہ وقت پر قسط ادا نہ کرنے کی صورت میں سرچارج لگائی جاتی ہے۔ دوم زیادہ تاخیر کی صورت میں سود وصول کیا جاتا ہے۔ سوم عقد شرکت اور عقد اجارہ ایک ساتھ طے کرنے کی وجہ سے صفقۃ فی صفقۃ والی خرابی پیدا ہوتی ہے پہلی دو قباحتوں سے آدمی احتیاط برتنے کی وجہ سے بچ سکتا ہے کہ قسطیں وقت پر ادا کرتا ہے نہ سرچارج لگے گا نہ سود بڑھے گا۔ باقی رہا قرض والی عقد میں سود اور سرچارج کی عقد کا شرط لگانا اسکے متعلق شرح المجلہ ص ۴۳۸ ج ۲ میں تحریر ہے کہ **والقرض لایتعلق بالجائز من الشروط والفاسد فیها لا یبطله ولکنه یلغو شرطه** یعنی قرض جائز شرائط سے معلق نہیں ہوتا اور فاسد شرط قرض کو باطل نہیں کرتے بلکہ شرط خود بخود لغو اور فاسد ہو جاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جیسے بیع شروط فاسدہ کی وجہ سے فاسد ہو جاتی ہے۔ اسی طرح قرض والی عقد فاسد یا باطل نہیں ہوگی۔ شرائط جائز ہوں یا ناجائز۔ ہر حال میں قرض کو مشروط نہیں کریں گے۔

اس کے باوجود یہ شبہ رہ جاتا ہے کہ اگرچہ شرائط شرعاً لغو ہو جاتے ہیں، لیکن حکومت چونکہ غیر اسلامی اور سودی نظام کی حامی ہے اس

لئے حکومت لغو ہونے کو تسلیم نہیں کریگی بلکہ جبری طور پر سود وصول کرے گی۔اس کا حل یہ ہے کہ جب قرض لینے والا متقی اور خوف خدا رکھنے والا ہوگا تو خود بخود سرچارج اور سود کی قباحتوں سے بچنے کے لئے قسطیں ادا کرتا رہے گا تو وہ قباحتیں درپیش ہی نہ ہونگی۔اس صورت میں حکومتی جبر کا خدشہ ختم ہوجائے گا۔دوم سرچارج تو ٹیلیفون، گیس اور بجلی اور دیگر سرکاری مدات پر بھی وصول کی جاتی ہے۔اس خرابی کے باوجود تمام علماء کرام کے گھروں اور مدارس اور خانقاہوں میں یہ چیزیں موجود ہیں اور کسی بھی مفتی نے اسکے کنکشن سے منع نہ کیا اور نہ ہی حرام اور ناجائز قرار دیا ہے۔اس لئے سرچارج پر تعامل والا اصول بھی منطبق کیا جاسکتا ہے۔

سوم یہ کہ الضروریات تبیح المحظورات کے اصول کے تحت ان معمولی قباحتوں کو نظرانداز کیا جائے۔تو ممکن ہے کیونکہ اگر ضرورت شدیدہ یعنی اضطرار کی حدتک ہو تو قطعی حرام بھی استعمال کرنا جائز ہے جیسے بھوکا جس کو بھوک کی وجہ سے موت کے واقع ہونے کا خطرہ ہو، ایسے آدمی کو اپنی جان بچانے کی حدتک میت، خنزیر وغیرہ استعمال کرنے کی اجازت ہے اگر ضرورت نہیں ہے بلکہ معاملات میں کشادگی اور سہولت پیدا کرنے کی حاجت ہے۔تو قیاس اور اجتہاد سے ثابت شدہ قباحت کو حاجت کی بناء پر برداشت کیا جاسکتا ہے جیسے مشہور فقیہ علامہ خالد اتاشی نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة او خاصة و من هذا القبيل تجويز بيع الوفاء حيث انه لما كثرت الديون على اهل بخارى مست الحاجة الى ذالك فصار مرعيا اشارة المادة لقولها الحاجة تنزل منزلة الضروت إلى أن الضرورة إن كانت أشد الا ان الحاجة عامة كانت او خاصة تنزل ايضا منزلتها في تجويز الممنوع شرعا (شرح المجلۃ ص۵۷ ج۱) یعنی مادہ اس بات کی طرف مشیر ہے کہ اگرچہ ضرورت حاجت شدید ہوتی ہے لیکن اس حاجۃ کی ضرورت کے قائم مقام قرار دیکر شرعی طور پر ممنوع چیزوں کو عوام کی سہولیت اور فراخی کی خاطر جائز قرار دیا جاتا ہے۔جیسے بیع الوفاء دخول فی الحمام استصناع وغیرہ جو کہ قیاس کے مطابق تو ناجائز ہیں لیکن عوام الناس کی حاجت کے خاطر جائز قرار دئے گئے ہیں۔علامہ صاحب ذرا آگے چل کر حاجت اور ضرورت کے فرق کو واضح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ضرورت کا دارومدار ایسے معاملوں پر ہوتا ہے کہ جس پر عمل کرنے کے بغیر ذمہ داری سے عہدہ برآں ہونے کی کوئی صورت نہیں ہوتی اور اس عمل کے چھوڑنے کے بالکل گنجائش نہیں ہوتی اور حاجت کا مدار اس کام میں آسانی اور سہولیات پیدا کرنے پر ہوتا ہے جو کام آدمی چھوڑ بھی سکتا ہو: اذ مبنى الضرورة على فعل مالا بدمنه للتخلص من عهدة تلزم العبد ولا يسعه الترك والحاجة مبنية على التوسيع و التسهيل فيما يسع العبد تركه (شرح المجلۃ ص۷۶ ج۱ مادہ ۳۲)۔ان اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ مکان کی تعمیر کے لئے حکومت سے حاصل کئے گئے قرض میں اگرچہ قباحتیں ہیں لیکن حاجت پر مدار رکھتے ہوئے ان کو برداشت کیا جائے تو میری نظر میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين